تعلیم الاسلام ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ کے قیام و استحکام میں ایک نوجوان کا تاریخی کردار

از

سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

تعلیم الاسلام ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ کے قیام واستحکام میں ایک نوجوان کا تاریخی کردار

(فرمودہ ۱۶ مئی ۱۹۵۰ء بمقام چنیوٹ)

تشہّد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

''بات تو کئی دفعہ کہی ہوئی ہے لیکن پھر بھی کسی نے کہا ہے:۔

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

سنی ہوئی باتیں پھر کئی دفعہ سنی جاتی ہیں اور کہی ہوئی باتیں بھی کئی دفعہ کہی جاتی ہیں۔کبھی تو اس لئے کہ دل ان کی یاد سے خوش ہوتا ہے یا دل ان کی یاد سے اپنے غم کو تازہ کرنا چاہتا ہے اور کبھی اس لئے ایک کہی ہوئی بات جو نہایت ضروری ہوتی ہے باوجود اِس کے کہ وہ کہی ہوئی ہوتی ہے اثر کرنے سے قاصر رہ جاتی ہے اس لئے اُسے بار بار دُہرانا ضروری ہوتا ہے تا وہ اثر انداز ہو۔پس کوئی وجہ سمجھ لو مجھے آج پھر ایک پرانا قصہ دُہرانا پڑ رہا ہے۔ ہماری زبان میں ''دُہرانا پڑ رہا ہے'' کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے نفس پر جبر کر کے وہ کام کر رہا ہے۔ میں نے اِن معنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا ہے اور یہ فقرہ میرے منہ سے اتفاقی طور پر نہیں نکلا۔ مگر یہ چیز کسی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے ہی نفس کی طرف سے اور اپنی ہی پُرانی یادوں کی وجہ سے ہے جنہوں نے میرے دل میں پھر اپنا سر اُٹھایا اور یہ باتیں باہر نکلنے کیلئے تڑپیں۔اور انہوں نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں انہیں ان کے قفس سے آزاد کر دوں تا ایک دفعہ پھر وہ ہوا میں پھڑ پھڑا سکیں۔

شہد کی مکھیوں کو دیکھو شاید تمہیں نیچرل ہسٹری پڑھائی جاتی ہو تو تم نے پڑھا ہو یا پڑھائی

نہیں جاتی تو مطالعہ میں یہ بات دیکھی ہو کہ شہد کی مکھیاں ایک ملکہ کے ماتحت ہوتی ہیں۔ جب چھتہ شہد سے بھر جاتا ہے اور شہد تیار ہو جاتا ہے تو انسان جو اپنے آپ کو تمام مخلوقات کا مالک سمجھتا ہے شہد کے جمع کرنے اور اسے نکال لینے کے لئے چھتہ پر جاتا ہے اور اُس کے نیچے دھواں رکھ دیتا ہے تا شہد کی مکھیاں اُڑ جائیں یا سمٹ کر ایک طرف ہو جائیں۔ شہد کی مکھیوں کی نوجوان پود وہ نئی پود جو اپنی عمر کو باقی سمجھتی ہے اور اس دنیا میں اپنا ایک زندہ مقصد قرار دیتی ہے وہ ملکہ کی سب سے بڑی بیٹی کو جو اُن کی آئندہ ہونے والی ملکہ ہوتی ہے یا انسانوں کی زبان میں وہ ان کی ولی عہد ہوتی ہے لے کر اُڑ جاتی ہیں اور پیشتر اِس کے کہ شہد کا چھتہ تباہ کیا جائے اور اُس سے شہد نکال لیا جائے وہ نیا چھتہ بنا لیتی ہیں اور نئے سرے سے اپنی زندگی کو شروع کر دیتی ہیں اور اپنے لئے ایک نیا مقام اور نیا مرکز بنانا شروع کر دیتی ہیں۔

یہ خدائی قدرت کا ایک بھاری معجزہ ہے کہ ایک چھوٹا سا جانور جس میں سوائے تھوڑی سی رطوبت کے کچھ بھی نہیں ہوتا، نہ ہڈیاں ہوتی ہیں نہ فقراتِ ظُہر ہوتے ہیں، نہ سانس لینے کے لئے سینہ ہوتا ہے، نہ جگر اور گردہ ہوتا ہے اسے مارو تو پچک کر رطوبت نکل جاتی ہے اور تھوڑی سی کھال اور تھوڑے سے پَر اور چند چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کا مجموعہ جو صرف سر کی جگہ پر پائی جاتی ہیں باقی رہ جاتا ہے۔ بظاہر یہ چھوٹا سا کیڑا ہے لیکن کام اور عزم میں انسانوں کی بڑی بڑی سمجھدار اور مہذب قوموں سے بھی زیادہ تنظیم، استعداد اور عزم اپنے اندر رکھتا ہے۔ پس یہ قدرت کا ایک بہت بڑا معجزہ ہے مگر اس میں صرف ایک بات پائی جاتی ہے۔ صرف ایک پہلو معجزہ کا ہمیں نظر آتا ہے اور وہ یہ ہے مکھیوں کی جوان نسل تباہی اور بربادی کے آنے پر یہ فیصلہ کر لیتی ہیں کہ ہم مریں گی نہیں اور اپنی خزاں کو بہار سے بدل دیں گی۔ یہ عزم جو نئی پود رکھتی ہے اور کسی حد تک یہ بات قدرتی نظر آتی ہے نوجوانوں کے لئے اِس میں بہت بڑا سبق ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ کم از کم تم میں ایک مکھی سے تو زیادہ عزم ہونا چاہئے۔ جب شہد کا چھتہ اُجاڑا جاتا ہے تو نوجوان مکھیاں انسان کو چیلنج کرتی ہیں کہ تم نے ہمیں اُجاڑا ہے لیکن تم ہمارے عزم کو نہیں اُجاڑ سکتے ہم اس کے ساتھ ایک نیا چھتہ تیار کریں گی۔ اِسی طرح ہم ہر مصیبت، ہر آفت، ہر ابتلاء اور ہر امتحان کے موقع پر اپنی نسلوں اور اولادوں کو کہہ سکتے ہیں کہ اے اشرف المخلوقات کی

نسلو! آفات اور مصائب سے گھبرانا نہیں۔ تمہیں کم از کم اتنا عزم تو دکھانا چاہئے جتنا شہد کی مکھیاں دکھاتی ہیں۔ اِسی طرح ہم اس مثال سے فائدہ اُٹھا سکتے تھے اور فائدہ اُٹھاتے ہیں اور یہ مثال پیش کر کے نوجوانوں کی ہمتوں کو بلند کر سکتے تھے اور بلند کرتے ہیں لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کا منشاء کبھی اس سے بڑے معجزے بھی دکھا سکتا ہے تو ہمارا سر خدا تعالیٰ کے سامنے اور زیادہ شکر گزاری کے ساتھ جھک جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں یہی سکول جو اَب تعلیم الاسلام ہائی سکول کہلاتا ہے قائم ہوا۔ یہ سکول اُس وقت قائم ہوا تھا جب میں ابھی ۹، ۱۰ سال کا تھا۔ ہمارے بعض لڑکے آریہ سکول میں پڑھا کرتے تھے جو اُس وقت قائم ہو چکا تھا اور ابھی مڈل تک تھا اور بعض لڑکے گورنمنٹ پرائمری سکول میں پڑھتے تھے جس کا ہیڈ ماسٹر اتفاقی طور پر آریہ تھا اور وہ ہر وقت بچوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا رہتا تھا جس کی وجہ سے طلباء اپنے اپنے گھر جا کر اسی قسم کی باتیں کرتے تھے۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اب ہمارے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ایک سکول کھولا جائے۔ چنانچہ ایک پرائمری سکول قائم کیا گیا جو اُسی سال مڈل تک ہو گیا اور پھر کچھ عرصہ بعد ہائی سکول بن گیا۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی یہ سکول قائم ہو گیا تھا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ مخالفین نے جماعت پر شدت سے حملے کرنے شروع کر دیئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اب ہمیں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے نئی جدوجہد کرنی چاہئے اور آپ نے ایک مجلس شوریٰ بلائی تا جماعت مشورہ دے کہ اس وقت کے مقابلہ میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اُس وقت مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بھی آئے ہوئے تھے اُنہوں نے سمجھا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسی تحریک کر دی جائے جو ہماری کسی سکیم کے خلاف ہو۔ مناسب یہی ہے کہ ہم خود ہی یہ تحریک کر دیں کہ ہائی سکول کو توڑ دیا جائے اور اس کی بجائے علماء کی ایک جماعت تیار کی جائے، ہائی سکول اور بھی بہت ہیں اور ہمارے بچے ان میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ اس وقت علماء کی ضرورت ہے اور ان کے تیار کرنے کے لئے ایک دینیات سکول کی ضرورت ہے ہائی سکول کی ضرورت نہیں عجب یہ ہے کہ وہی لوگ جو انگریزی زبان کے حامی تھے وہی اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ ہائی سکول توڑ دیا

جائے۔صرف خلیفۃ المسیح الاوّل ایک ایسے شخص تھے جن کا خیال تھا کہ ہائی سکول توڑنا نہیں چاہئے ہائی سکول بھی قائم رہے اور دینیات کی تعلیم بھی دی جائے اور میرا خیال بھی یہی تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی عادت تھی کہ آپ اپنی بات کا زیادہ پروپیگنڈا نہیں کرتے تھے ہاں ملنے جلنے والوں سے باتیں کر لیتے تھے لیکن یہ نہیں ہوتا تھا کہ عام لوگوں میں جا کر کوئی لیکچر دیں۔آپ نے ایک مضمون لکھا تا وہ حضرت مسیح موعودؑ تک پہنچ جائے اور آپ کے خیالات کا حضورؑ کو علم ہو جائے۔آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا میاں! سنا ہے کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا میں تو اِس کا قائل نہیں۔آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ ہم ایک سے دو ہو گئے میں ساری رات سویا نہیں میرے دل میں ایک بوجھ سا تھا کہ کوئی میرا ہم خیال نہیں اب تمہاری بات سے یہ خیال معلوم ہوا تو میں نے کہا اَلْحَمْدُلِلّٰہِ میں ایک نہیں رہا بلکہ دو شخص ایسے موجود ہیں جو ہم خیال ہیں۔میں نے ایک مضمون لکھا ہے یہ چیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس لے جاؤ۔میں وہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس لے گیا۔چنانچہ ایک جلسہ ہوا اور عام طور پر لوگوں نے یہی کہا کہ ہائی سکول کو جاری رکھنا فضول ہے۔آخر دنیا میں اور ہائی سکول بھی موجود ہیں ہمارے بچے وہاں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔بعض افراد ایسے بھی تھے جنہوں نے یہاں تک کہا کہ ہمیں دینیات کی بھی کیا ضرورت ہے چنانچہ کوئٹہ کے تحصیلدار نذیر احمد صاحب نے یہی بات کہی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کی تائید کی کہ ہائی سکول بھی قائم رکھا جائے۔آپ نے فرمایا میرا یہ منشا ہرگز نہیں تھا کہ ہائی سکول کو توڑ دیا جائے اور دینیات کلاس کھولی جائے۔پھر مدرسہ احمدیہ قائم ہوا ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء کی بات ہے۔

گویا مدرسہ احمدیہ کی بنیاد بھی نہایت چھوٹے پیمانہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود رکھی۔اِس کے سال دو سال بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو گئے۔آپ کے فوت ہو جانے کے بعد وہی لوگ جنہوں نے یہ تجویز کی تھی کہ ہائی سکول توڑ کر دینی کلاس کھولی جائے ،اُنہوں نے یہ تجویز کیا کہ مدرسہ احمدیہ توڑ دیا جائے اور ہائی سکول کو قائم رکھا جائے اور لڑکوں کو وظیفے دے کر کالج کی تعلیم حاصل کرائی جائے۔اب کی دفعہ یہ مدنظر رکھا گیا کہ یہ تجویز ناکام نہ ہو اور مجلس شوریٰ کے قائم ہونے سے پہلے جماعتوں میں دَورے

کر کے اُن پر یہ اثر ڈال لیں تا جب یہ بات شوریٰ کے سامنے پیش ہو تو پہلے ہی جماعتیں اِس کی تائید کریں۔ چنانچہ صدر انجمن احمدیہ کے ایجنڈا میں یہ بات رکھی گئی کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر مشورہ کر لیا جائے۔ میں بھی صدر انجمن احمدیہ کا ممبر تھا لیکن اتفاقاً یا ارادۃً وہ تجویز مجھے نہ بھیجی گئی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے معلوم بھی نہ ہوا کہ کیا ہونے والا ہے۔ میں چھوٹی سی مسجد کے باہر کسی سے باتیں کر رہا تھا کہ کسی نے کہا اندر شوریٰ ہو رہی ہے اور آپ یہاں کھڑے ہیں۔ میں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں مسجد میں گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ مسجد کناروں تک بھری ہوئی ہے۔ میں نے آگے نکلنا چاہا لیکن جگہ نہیں تھی۔ اُس وقت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے ماموں چوہدری عبداللہ خان صاحب وہاں کھڑے تھے ایک دُھندلی سی یاد پڑتی ہے کہ اُنہوں نے کہا اچھا ہوا کہ آپ آ گئے۔ کنارے کے پاس ذرا آگے مجھے تھوڑی سی جگہ مل گئی اور میں وہاں کھڑا ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک کے بعد دوسرا کھڑا ہوتا ہے اور دوسرے کے بعد تیسرا کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے ہمیں اِس سکول کی ضرورت ہی کیا ہے، ہر مسلمان عالم ہوتا ہے۔ جب کوئی ڈاکٹر بنے گا یا وکیل بنے گا اور اس کے پاس دینی تعلیم بھی ہوگی تو جتنی تبلیغ وہ کر سکے گا اُتنی مولوی نہیں کر سکتے۔ غرض ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا کھڑا ہوتا اور مدرسہ احمدیہ کے خلاف تقریر کرتا۔ غریب سے غریب آدمیوں نے بھی جب یہ سنا کہ لڑکوں کو وظیفے دیئے جائیں گے اور انہیں ڈاکٹر اور وکیل بنایا جائے گا تو اُن کے منہ میں پانی آنا شروع ہوا کہ کل ان کا لڑکا بھی ڈاکٹر یا وکیل بنے گا۔ اُنہوں نے بھی جوش میں آ کر یہ کہنا شروع کر دیا یہ مبارک بات ہے ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک آواز بھی ایسی نہیں تھی جو اس کی تائید میں ہو کہ مدرسہ احمدیہ جاری رکھنا چاہیئے۔

تب میں نے کہا کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ شاید بعض دوستوں کو اُس وقت معلوم ہوا کہ میں بھی مجلس میں آ چکا ہوں۔ میری اُس وقت ۱۹ سال کی عمر تھی شاید بعض سٹوڈنٹس کی عمریں مجھ سے زیادہ ہوں۔ میں نے کہا میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جماعت گو ساری کی ساری اِس بات پر متفق تھی کہ مدرسہ احمدیہ توڑ دینا چاہیئے لیکن ان سب نے بیک آواز کہا کہ ہاں ہاں! آپ

بولیے غالباً وہ سمجھتے تھے کہ میں اس بات پر اَور زور دوں گا کہ وظیفے دیئے جائیں اور جماعت کے نوجوانوں کو ڈاکٹر اور وکیل بنایا جائے۔ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم اُس وقت تقریر کر رہے تھے، وہ گھبرائے اور کہا کہ میں ذرا اپنی تقریر ختم کرلوں، پھر کہا آپ آگے آ جائیں۔ میں نے کہا میں یہیں ٹھیک ہوں۔ میں نے کہا کہ ہم حدیثوں میں پڑھا کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے مسلمانوں کی ساری جان نکال کر ایک لشکر تیار کیا سارے نوجوان جو لڑنے والے بالغ اور سمجھدار تھے ان سب کی ایک فوج بنائی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی اس لشکر میں شامل تھے کیونکہ روما نے حملہ کر کے بعض مسلمانوں کو مار دیا تھا۔ اس فوج پر آپ نے حضرت اسامہؓ کو افسر مقرر کیا اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ نے فرمایا میں اچھا ہوں گا تو اِس لشکر کو خود باہر چھوڑنے کے لئے جاؤں گا مگر مشیّت الٰہی کے ماتحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیماری سے شفایاب نہ ہوئے اور اُسی میں وفات پا گئے۔ آپ کی وفات کی خبر سنتے ہی سارا عرب باغی ہوگیا اور صرف مکہ اور مدینہ میں اسلامی حکومت باقی رہ گئی۔ حضرت ابوبکرؓ پہلے خلیفہ مقرر ہوئے آپ نے حکم دیا کہ یہ لشکر روما کی طرف روانہ ہو اور حضرت اسامہؓ سے صرف اتنا کہا کہ اگر اجازت دو تو عمرؓ کو میں اپنے پاس رکھ لوں تا وہ میرے مشیر کار رہوں۔ انہوں نے اجازت دے دی اور حضرت عمرؓ مدینہ میں رہ گئے۔ روما کی حکومت اُس وقت آدھی دنیا پر حکمران تھی اور بظاہر حالات لشکر کا بچ کر آ جانا ناممکن نظر آتا تھا۔ بعض صحابہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ سارا عرب باغی ہو چکا ہے اگر یہ لوگ بھی چلے گئے تو دشمن آگے بڑھتا چلا آئے گا اور اسے روکنے والا مدینہ میں کوئی شخص نہیں ہوگا۔ چنانچہ صحابہؓ کا ایک وفد حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ اس لشکر کو روک لیجئے پہلے یہ باغیوں اور مرتدوں کے ساتھ لڑے اور جب وہ انہیں شکست دے دے تو باہر بھیجا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کے رسول نے ایک لشکر تیار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں تندرست ہونے پر سب سے پہلا موقع ملنے پر اس لشکر کو روانہ کروں گا۔ پھر وہ فوت ہوگیا اور خدا تعالیٰ نے اس کی خلافت مجھے عطا فرمائی۔ اب کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اُس کا خلیفہ اور قائم مقام ہو کر سب سے پہلا کام یہ کروں کہ اُس نے جو حکم دیا تھا اُسے منسوخ کر دوں؟[1] کیا یہ خلافت ہوگی یا تردید؟

صحابہؓ خاموش ہو گئے اور وہ لشکر روانہ ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو خدا تعالیٰ نے بغیر فوجوں کے فتح دی اور لشکر بھی کامیاب و کامران واپس آیا۔

میں نے کہا ہم حدیثوں میں یہ پڑھا کرتے تھے اب پھر خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی بُری حالت اور ان کی ناکامیوں اور نامرادیوں کو دیکھ کر اپنا ایک مأمور مبعوث فرمایا اور وہ مأمور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اُس جماعتی مشکلات کو دیکھتے ہوئے مدرسہ قائم کیا اور خود ایک شوریٰ بُلا کر اس بات کا اظہار کیا اور دو بزرگوں مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی برھان الدین صاحب کی طرف اِسے منسوب کیا کہ اِن کی یادگار قائم رکھنے کے لئے اِس سکول کو قائم کیا گیا ہے تا ایسے لوگ آئندہ بھی جماعت میں تیار ہوتے رہیں۔ میں نے کہا کہ ہم جن کی زبانیں یہ بات کہتے ہوئے خشک ہوتی ہیں کہ ہم صحابہؓ کے مثیل ہیں، ہم جن کی زبانیں یہ کہتے ہوئے خشک ہوتی ہیں کہ ہم نے خلافت کا اِحیاء کر دیا ہے اور اسلام کو دوبارہ قائم کیا ہے ہماری یہ حالت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ کہتے ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو منسوخ نہیں کر سکتا لیکن ہم اپنے اجلاس میں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ جو فیصلہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا تھا ہم اُسے منسوخ کرتے ہیں۔ بیشک ڈاکٹری اور وکالت کی لالچ ہے مگر ایمان کی لالچ اِس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس پر وہی جماعت جو سر دُھن رہی تھی اور کہہ رہی تھی ٹھیک ہے ٹھیک ہے مدرسہ احمدیہ توڑ دیا جائے اور لڑکوں کو وظائف دے کر ڈاکٹر اور وکیل بنایا جائے، یوں معلوم ہوا کہ وہ سوتے سوتے جاگ اُٹھے ہیں۔ یا تو وہ اُن کی باتوں سے اتفاق کر رہے تھے یا اِن کی آنکھوں سے شرارے نکلنے شروع ہوئے۔ خواجہ صاحب بڑے کایاں آدمی تھے وہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا میں نے بھی تو یہی کہا تھا اب اِس مضمون کو بند کر دیا جائے۔ آئندہ تحریر کے ذریعہ معلوم کیا جائے کہ جماعت کی اِس بارے میں کیا رائے ہے۔ چنانچہ خط میں بھی انہوں نے یہی مضمون لکھا اور مجھے یاد ہے کہ دو جماعتوں کے سوا باقی سب نے یہی کہا کہ مدرسہ احمدیہ کو نہ توڑا جائے ہم تو شوریٰ کے موقع پر ہی فیصلہ کر آئے تھے اب دوبارہ کیا ضرورت ہے۔ غرض ہماری جماعت پر نازک دور آئے اور بڑی عمر کے لوگوں نے سکول جاری رکھنے یا بند کرنے کے

سوال پر ٹھوکر کھائی اور کہا اسے بند کر دو لیکن اشرف المخلوقات انسان کی نسل میں سے ایک نوجوان نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ ہم سکول بند نہیں ہونے دیں گے اور جماعت کو نئے سرے سے مضبوط بنائیں گے۔ اور اُس نے ثابت کر دیا کہ انسانوں میں سے بھی ایسے لوگ ہیں جو شہد کی مکھی سے کم نہیں اور پھر یہی نظارہ دوبارہ مدرسہ احمدیہ کے بند کرنے کے متعلق نظر آیا۔ پھر انسان نے چھتہ میں سے شہد نکال کر اُسے بیکار کرنے کی کوشش کی اور پھر مکھیوں کو بے گھر بنانے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھانا شروع کیا۔ پھر دوبارہ بنی نوع انسان میں سے ایک نوجوان کو خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ وہ اس کی حفاظت کرے اور اُس نے کہا کہ ہم اپنے گھر کو اُجڑنے نہیں دیں گے بلکہ ہم اسے اور زیادہ مضبوط بنائیں گے۔ یہ تو مکھی والا معجزہ ہوا۔

لیکن اس کا ایک دوسرا پہلو بھی تھا کہ اگر قوم کی نوجوان پود اِسی قسم کے معجزے دکھانے پر قادر ہوئی تو کیا اُدھیڑ عمر والے یا اُدھیڑ عمر سے زیادہ عمر والے لوگ بھی اِس قسم کا معجزہ دکھا سکتے ہیں جو وہ جوانی میں دکھا سکتے تھے۔ شہد کی مکھی نے ہمیشہ یہ معجزہ جوانی میں دکھایا ہے اور بہت سی قومیں یہ معجزہ دکھانے میں بھی ناقابل ثابت ہوئی ہیں۔ بہت کم نوجوان ایسے ہیں جنہوں نے انسانوں میں سے ایسا کام کر کے دکھایا ہے لیکن جماعت احمدیہ کے ایک فرد نے یہ معجزہ دو دفعہ دکھایا۔

مگر خدا تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ انسان جسے میں نے اشرف المخلوقات قرار دیا ہے شہد کی مکھی جیسا معجزہ نہیں بلکہ اِس سے بڑھ کر بھی معجزہ دکھا سکتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے مجھے زندہ رکھا یہاں تک کہ مخالفین کا ہاتھ ایک دفعہ اَور چھتہ کی طرف بڑھا اور اس دفعہ بڑی سختی کے ساتھ بڑھا۔ دشمن نے قادیان میں جمع ہوئی ہوئی مکھیوں کو تباہ کرنا چاہا اور ان کے چھتہ کو بیکار کرنا چاہا۔ قرآن کریم نے کلام الٰہی کو شہد سے تشبیہہ دی ہے قادیان میں کلامِ الٰہی کی خاطر جمع ہونے والی مکھیوں کو دشمن نے ان کے چھتہ سے بے دخل کر دیا اور انہیں اُڑا دیا۔ شہد کی مکھیوں کا یہ معجزہ ہے کہ ان کی ولی عہد یعنی ملکہ کی سب سے بڑی لڑکی اپنی رعایا میں سے بعض مکھیوں کو لیکر دوسرا گھر بنا لیتی ہے وہ اپنا دوسرا مرکز قائم کر لیتی ہے مگر اب کی دفعہ انسان نے وہ معجزہ دیکھا جس کی مثال مکھی کا چھتہ نہیں دکھا سکتا۔

جماعت کے اُسی فرد نے جس نے نوجوانی کی حالت میں شہد کی مکھیوں والا معجزہ دکھایا تھا اُس نے اُدھیڑ عمر سے بھی گزر کر دشمن کو چیلنج کیا کہ ہم اپنا گھر اُجڑنے نہیں دیں گے، ہم اپنا نیا چھتہ بنائیں گے اور دکھا دیں گے کہ ہمارے عزم کا مقابلہ کرنے والی اور کوئی قوم نہیں۔ اور تم یہ نظارہ دیکھ رہے ہو منزلیں گزرتی جاتی ہیں اور سفر ایک ہی پرواز میں طے نہیں ہوتا۔ ہم نے قادیان سے پرواز کی اور کچھ دیر لاہور ٹھہرے۔ پھر ایک پرواز کی اور کچھ آدمی احمد نگر چلے گئے اور کچھ چنیوٹ میں ہی ٹھہر گئے اور کچھ اُس جگہ کی تلاش میں گئے جہاں وہ اپنا نیا چھتہ بنائیں گے۔ اب ہم معماروں کی طرح نیا چھتہ بنا رہے ہیں اور اِس امید میں ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ اِسے شہد کے ساتھ بھر دیں گے اور مکھیاں سمٹ کر دوبارہ یہاں آ بیٹھیں گی۔ تم طالبعلم اس انتظار میں ہو کہ چھتہ بن جائے تو ہم وہاں جا بیٹھیں، احمد نگر والے اُس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب ہم معماروں کی طرح وہ چھتہ تیار کریں گے جس میں اُنہوں نے بیٹھنا ہے۔ یہ نشان جس طرح اسلام میں ظاہر ہوا ہے شاید ہی کسی دوسرے مذہب میں ظاہر ہوا ہو۔ یہ چیزیں منفردانہ حیثیت رکھتی ہیں۔ جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نے باقی انبیاء کے مقابلہ میں اپنی منفردانہ حیثیت کو پیش کیا ہے۔ آپ کے اتباع نے بھی اپنی منفردانہ حیثیت کو پیش کیا ہے۔ میں تاریخ کا بڑا مطالعہ کرنے والا ہوں میں نے یہ مثال کہیں بھی نہیں دیکھی کہ ایک نوجوان نے اپنی نوجوانی میں ایک چھتہ قائم رکھا ہو اور پھر اُسے بڑھاپے میں بھی اُسے قائم رکھنے کی توفیق ملی ہو۔ تم دیکھو گے کہ ایک شخص جوانی میں ایک چیز بناتا ہے اور پھر وہ بنتی چلی جاتی ہے۔ ایک شخص بڑھاپے میں ایک چیز بناتا ہے اور پھر وہ بنتی چلی جاتی ہے مگر ایک شخص نے اپنی جوانی میں بھی ایک ایسے حملہ کا مقابلہ کیا جس نے جماعت کو تہہ وبالا کر لینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ ابھی تو میں نے خلافت کا جھگڑا نظر انداز کر دیا ہے جب میں صرف ۲۵ سال کی عمر کا تھا اور دشمن نے ہمارا چھتہ اُجاڑنے کی کوشش کی۔ غرض ایک شخص سے جوانی میں بھی یہ کام لیا گیا ہو اور پھر بڑھاپے میں اُس سے بھی زیادہ خطرناک حالت میں اُس سے وہی کام لیا گیا ہو اور اُس نے جماعت کو پھر اکٹھا کر دیا ہو اِس کی مثال دنیا میں کہیں اَور نہیں ملتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمایا کرتے تھے کہ ایک بڑھیا بڑی محنتی تھی۔ اُس نے سوت

کات کات کر اُس کی مزدوری سے سونے کے کڑے بنائے لیکن ایک چور آیا اور ایک رات زبردستی وہ کڑے چھین کر لے گیا۔ اُس بڑھیا نے چور کی شکل پہچان لی۔ سال دو سال بعد اُس بڑھیا نے پھر کڑے بنا لئے۔ ایک دن وہ گلی میں بیٹھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ چرخہ کات رہی تھی کہ وہ چور لنگوٹی پہنے پاس سے گزرا۔ اُس عورت نے اُس کی شکل پہچان لی اور آواز دے کر کہا بھائی ذرا بات سن جانا۔ وہ شخص چور تھا اور اُسے معلوم تھا کہ میں نے اِس گھر میں چوری کی ہے اُسے کھٹکا پیدا ہوا کہ کہیں مجھے پکڑوا نہ دیا جائے۔ وہ بھاگا۔ اُس عورت نے کہا میں تجھے پکڑواتی نہیں ہوں صرف ایک بات کرنی ہے۔ اُس عورت نے کچھ اِس انداز سے یہ بات کہی کہ اس چور کا خوف دور ہو گیا اور وہ ٹھہر گیا۔ اُس عورت نے کہا میں نے تمہیں اتنا ہی بتانا تھا کہ حلال وحرام میں کتنا فرق ہے۔ میں نے محنت مزدوری کر کے سونے کے کڑے بنائے تھے اور وہ تو لے گیا لیکن تمہاری اب بھی لنگوٹی کی لنگوٹی ہے اور میرے پاس اب بھی کڑے موجود ہیں۔ ہمیں غیر مبائع کہا کرتے تھے کہ قادیان میں ہونے کی وجہ سے اِن کو یہ قبولیت حاصل ہے اور لوگ اِن کی طرف اِس لئے آتے ہیں کہ اِن کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائم کردہ مرکز ہے صرف اِسی لئے اِن کے گرد جماعت اکٹھی ہو رہی ہے لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیں وہاں سے نکال دیا اور مخالف کو یہ دیکھنے کا موقع ملا کہ قادیان سے نکلنے کے بعد بھی مخالف ہماری طاقت کو نقصان نہیں پہنچا سکا۔ ہم اُس عورت کی طرح اُنہیں کہتے ہیں کہ تمہاری وہی لنگوٹی کی لنگوٹی ہے اور ہمارے پاس کڑے اب بھی موجود ہیں۔ ہم قادیان سے نکل کر بھی کمزور نہیں ہوئے بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہوئے ہیں اور اِس کا ثبوت یہ ہے کہ پہلے ہم ایک ایک دو دو مبلّغوں کی دعوتیں کرتے تھے اور اب ہم درجنوں کی دعوتیں کرتے ہیں۔ کیونکہ اب مبلّغوں کے رسالے باہر جانے شروع ہو گئے ہیں اور وہ دن دور نہیں جب ایک ہی دفعہ مبلغوں کی بٹالین باہر جائیں گی۔ وہ دن دور نہیں جب مبلّغوں کے بریگیڈ باہر جائیں گے۔ وہ دن دُور نہیں جب مبلّغوں کے ڈویژن تبلیغ اسلام کے لئے باہر جائیں گے۔ (اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی)

(الفضل ۱۱/اپریل ۱۹۶۱ء)

لے تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۱۵ مطبوعہ لاہور ۱۸۹۲ء